# چولستان کے بھیل ۔ ایک ثقافتی مطالعہ

عبدالرزاق شاہد*
کاشف جمیل**

*Bhil Hindu Tribe of Cholistan is an ancient tribe of Rajasthan, once lived on the banks of the lost river Sarsvati, and their culture is the oldest surviving culture in the world. Cholistan offers tremendous opportunities for those seeking to gain a deeper understanding of its unique rich cultural heritage. Ceramic evidences provided by the world's known archeologist from more then 500 sites of this region indicate that around 400 B.C. this area was a cradle of civilization. Thus in cultural advancement it can be compared with the Harappan civilization. However, no attempt has yet been made to highlight an ancient culture of this region. The present article aimed at studying the cultural anthropology of Bhil Hindu Tribe of Cholistan. This article is based mainly upon observations, group discussions and interviews of Bhil representatives. The article has been classified into three sections: Rituals, Religion and Culture.*

## تعارف

مقامی لوگوں کے ساتھ ہر جگہ یہ مسئلہ در پیش رہا ہے کہ حملہ آور اقوام نے نہ صرف ان کی سماجی حیثیت میں کمی کی بلکہ ان پر زبردستی اپنا کلچر مسلط کرنے اس انداز سے کوشش بھی کی جو حکمران تھے وہ غلام کے درجے کو پہنچا دیئے گئے۔ ہندوستان میں بھیل کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا۔ بھیل کا تعلق کسی بھی حملہ آور نسل سے نہیں ہے۔ یہ وہ دراوڑی لوگ ہیں جنہیں آریاؤں نے تخت سے زمین پر دے مارا اور پھر شودر قرار دے دیا گیا۔ بھیل کا ذِکر ہندوؤں کے چاروں یگ[1] میں موجود ہے۔ البتہ

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ، اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور۔
** لیکچرار، شعبہ تاریخ، ایف سی کالج، لاہور۔

ہر یگ کے طویل ترین دور میں ان کے پیشے بدلتے رہے چنانچہ وہ کبھی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حکمران، کبھی محض جنگجو سپاہی، کبھی ڈاکو اور لٹیرے، کبھی کاشتکار اور کبھی چرواہے رہے[۲] واضح رہے کہ موہنجوداڑو اور ہڑپہ سے کھدائی کے دوران ملنے والے زیورات کی شکل موجودہ بھیل عورتوں کے زیورات سے بہت ملتی جلتی ہے۔ حتیٰ کہ اسی قسم کے دیوی اور دیوتا آج بھی بھیل قبیلہ میں پوجے جاتے ہیں اور مردوں کو دفنانے کا طریقہ کار بھی وہی ہے۔[۳]

دسویں صدی عیسوی کی بات ہے کہ راجپوتوں نے اُن سے بعض ریاستیں چھین کر اپنی حکومت قائم کرلی اور انہیں اپنی فوج میں ماہر تیر انداز کے طور پر شامل کیا۔[۴] یہ وفادار بھیل ہی تھا جس نے مغلوں کے ساتھ جنگ میں پرتاپ سنگھ کی جان بچائی تھی۔ چتوڑ کے حکمران کو چتوڑ واپس دلانے میں بھی انہوں نے اہم کردار ادا کیا۔[۵] یہ تو حملہ آوروں نے انہیں مجبور کردیا کہ وہ گجرات اور راجستھان کے جنگلوں میں جا بسیں چنانچہ بھیل روایت کے مطابق پیو.جی راٹھور نے سندھ میں تھر کے علاقے میں اپنی حکمرانی قائم کرلی۔ یہی وجہ ہے کہ بھیل آج بھی پیو جی کو اپنا مذہبی نجات دھندہ تصور کرتے ہیں۔[۶]

برطانوی دورِ حکومت میں ان کے خون نے پھر جوش مارا تو وہ حکمرانوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ اس نسل میں یہ احساس شدت اختیار کر گیا کہ وہ تو اپنی حکومت، جائیداد اور جاگیریں سب کچھ کھو بیٹھے چنانچہ بہت سے بھیل، مرھٹوں اور انگریزوں کے خلاف شورشوں کے الزام میں ماردیئے گئے۔ بھیل اس دور میں ڈاکو کہلائے۔ بعد ازاں انگریز حکمرانوں نے انہیں جنگلوں اور پہاڑوں سے واپس لانے کے لیے حکمت عملی اختیار کی تاکہ یہ لوگ بھی مملکت کے نظم و نسق میں شریک ہو کر عام شہری کی طرح زندگی بسر کریں۔[۷]

اٹھارویں صدی عیسوی میں بھیل میواڑ، سروہی، پرتاپ گڑھ اور پورے راجپوتانہ میں پائے جاتے تھے۔[۸] ٹاڈ نے بھیل کو راجپوتانہ کے اصلی اور قدیم باشندے قرار دیا ہے اور انہیں راجپوتوں کی فہرست میں شامل کیا ہے۔[۹] بہاولپور سٹیٹ گزیٹیئر 1904ء اور پنجاب کی ذاتیں میں بھیل کا ذکر نہیں ملتا۔ لیکن گمان غالب یہی ہے کہ جب 96-1895ء میں بہاولپور کی ہمسائیہ ریاستوں جیسلمیر، جودھ پور اور میواڑ میں قحط پڑا تو دیگر ہندو قبائل کی طرح یہ بھی بہاول پور ریاست میں آباد ہو گئے۔ سندھ

میں بھیل زیادہ تر برطانوی دور حکومت میں سکھر بیراج کی تعمیر کے دوران آئے اور پھر پورے سندھ میں پھیل گئے۔۱۰ موجودہ پنجاب میں بھیل بہاول پور، یزمان، احمد پور اور رحیم یار خان کے علاقوں میں پائے جاتے ہیں جب ایوب خان اور ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں انہیں الگ رہائشی کالونی دی گئیں تو ان میں سے بہت سے شہروں سے متصل ان کالونیوں اور شہروں میں منتقل ہو گئے اور بعض ابھی تک چولستان میں زندگی گزارر ہے ہیں۔

بھیل مختلف ادوار میں مختلف پیشوں سے منسلک رہے ہیں۔ ماضی قریب میں شکاری تھے جو جنگلی جانوروں کا شکار کر کے گزارا کرتے تھے۔۱۱ موجودہ عہد میں سابقہ ریاست بہاول پور (موجودہ ڈویژن بہا ولپور ) کے بھیل زیادہ تر کاشت کاری سے وابستہ ہیں۔ وہ زمیندار نہیں مزارع ہیں اور انہیں کمی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ وہ نسل در نسل ایک ہی زمیندار کی زمینوں پر کام کر رہے ہیں۔ زمیندار کے چنگل سے چھٹکارا نہ پانے کی ایک بڑی وجہ ان کا مقروض ہونا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ کسی بڑے کا تحفظ بھی چاہتے ہیں کیونکہ بھیل خود کو غیر محفوظ اور سماجی اعتبار سے بہت کمزور خیال کرنے لگے ہیں۔ وہ نہ صرف محنتی اور جفا کش ہیں بلکہ زرعی امور میں کافی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ بعض بھیل چولستان میں اونٹ، بھیڑ بکری اور گائے چراتے ہیں مگر رفتہ رفتہ وہ اس پیشے کو چھوڑ کر چھوٹا موٹا کاروبار، یا پھر بڑھئی، ترکھان، مستری اور مکینک کے پیشوں سے وابستگی اختیار کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ اُن میں تعلیم کا فروغ ہے۔

بھیل عورتیں کھیتوں میں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں۔ جو عورتیں کھیتوں میں کسی وجہ سے نہیں جاتیں وہ گھریلو دستکاریوں میں مگن رہتی ہیں، بھیل عورتیں خوبصورت چھاج، ٹوکریاں، اور چنگیر بناتی ہیں۔ یہ شوق نہیں بلکہ آمدنی میں اضافہ کا ذریعہ ہے۔

## رسومات:

### پیدائش:

ہندومت کے مطابق مرحوم کی رسومات ان کا بیٹا ادا کرے تو مرحوم دوسری دنیا میں منتقل ہوتا ہے۔۱۲ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مذہبی لحاظ سے بیٹے کو بیٹی پر ترجیح دی جاتی ہے۔ ہندوستان میں ہندو عورتیں بیٹے کے حصول کے لیے کاشی مندر جاتی ہیں۔۱۳ بچے یا بچی کی پیدائش پر بھیل اپنے پنڈت

کے پاس جا کر پیدائش کا وقت اور دن بتاتے ہیں اور پنڈت بچی یا بچے کا نام تجویز کرتا ہے۔[۱۴]

چھلہ نہانے (40دن کے بعد عورت کا غسل کرنا) تک ماں اور اُس کے بچے کو گھر سے باہر جانے اور اجنبی سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ سوائے قریبی رشتہ داروں کے، کیونکہ بھیل یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ چالیس دن تک ماں اور بچے کی زندگی کو جادو ٹونے اور جن بھوت کے اثرات کا شدید خطرہ لاحق ہوتا ہے۔[۱۵]

نومولود کے قریبی رشتے دار بچے کو دیکھنے آتے ہیں تو اُس بچے کو کچھ روپے بھی دیتے ہیں۔ باوریا اورمیگھوال ہندو قبائل کی طرح بھیل بھی لڑکے کی پیدائش پر ایک ہفتے کے اندر اندر کھیت پال کی رسم ادا کرتے ہوئے بکرا ذبح کرتے ہیں۔ ہر لڑکے کی پیدائش پر یہ رسم ادا کی جاتی ہے مگر سوال یہ ہے کہ بچی کی پیدائش پر وہ ایسا کیوں نہیں کرتے؟ ظاہر ہے کہ ان کے دھرم کے مطابق لڑکے کو لڑکی پر فوقیت حاصل ہے لہذا موجودہ بھیل کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ لڑکی یا لڑکے کی پیدائش پر وہ یکساں رویہ اختیار کرتے ہیں اور دونوں کی پیدائش پر یکساں طور پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ باوریا، میگھوال اور بھیل تینوں بچے کا ختنہ نہیں کرواتے۔[۱۶]

## شادی کی رسومات:

### سگائی یا منگنی:

سگائی کی رسم تمام چولستانی ہندوؤں میں یکساں نوعیت کی ہے۔ بھیل اپنے لڑکے یا لڑکی کے مناسب رشتہ کی تلاش کے لیے مانگا کی مدد حاصل کرتے ہیں اور وہی رسم سگائی تک کے تمام امور دونوں پارٹیوں میں طے کرواتا ہے۔ جب رشتہ کی ہاں ہو جائے تو لڑکے اور لڑکی والے ایک دوسرے کے گھر آکر شادی کے بارے میں معاملات طے کرتے ہیں۔ لڑکے والے لڑکی کے ہاتھ پر دس روپے رکھتے ہیں اور ناریل، مٹھائی، پتاشے حاضرین میں تقسیم کرتے ہیں۔ جبکہ لڑکی والے لڑکے کو لنگی اور صافہ دیتے ہیں۔[۱۷]

بھیل میں محبت کی شادی کو برا خیال کیا جاتا ہے۔ لڑکے اور لڑکی کی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں، جہاں بڑوں نے رشتہ طے کردیا وہیں شادی ہوگئی۔ شادی سے قبل لڑکے کو لڑکی کے گھر جانے یا کوئی رابطہ کرنے کی اجازت نہیں۔ اپنی ذات میں شادی نہیں کی جاتی اور برادری سے باہر بھی نہیں

کی جاتی۔ کزن میرج کا تصور تک نہیں۔ وہ حقیقی بہن بھائی خیال کیے جاتے ہیں۔ بھیل اپنی بات کے بڑے پکے ہوتے ہیں، جب ایک بار رشتہ طے ہو گیا تو پھر فریقین کسی حال میں رشتہ نہیں توڑتے۔۱۸

یہ کہنا غلط ہو گا کہ بھیل اپنی لڑکی کی قیمت وصول کرتے ہیں، تاہم لڑکی والے غریب ہونے کی صورت میں لڑکے والوں کی مالی مدد کرتے ہیں تاکہ وہ شادی کے اخراجات کے لیے کسی کے مقروض نہ ہو جائیں۔ البتہ وٹہ سٹہ کی شادی میں کوئی رقم وصول نہیں کی جاتی۔ لڑکے والوں سے رقم لینے کی رسم کوئی زیادہ قدیم نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب 1891ء، 1895ء میں راجستھان میں قحط پڑا تو اس وقت جو صاحب حیثیت بھیل تھے وہ غریب اور مفلوک الحال بھیل خاندان میں شادی کرتے تو انہیں معقول رقم دیتے تھے۔ اب یہ ایک رسم بن چکی ہے۔ وٹہ سٹہ کے علاوہ ہر بھیل شادی کے اخراجات کے نام پر لڑکے والوں سے رقم وصول کرتا ہے۔۱۹ بسا اوقات ایسا بھی دیکھنے میں آیا کہ لڑکے والوں کے پاس رقم نہ ہونے کے باعث لڑکی والوں نے دھرم کے نام پر اپنی بیٹی بیاہ دی۔۲۰ پیسے بچانے کی خاطر بھیل وٹہ سٹہ کی شادی کو ترجیح دیتے ہیں۔۲۱ دھرم کے نام پر دی گئی بیٹی کو معاشرے میں قدر و منزلت کی بجائے تکلیف دہ جملے سننے کو ملتے ہیں۔ ہر کوئی اس کے کردار پر شک کرتا ہے۔ اگر لڑکی کا والد لڑکے والوں سے اتنے پیسے مانگ لے جو انہیں بوجھ محسوس ہوں تب بھی لڑکی کو اپنی سسرال میں تلخ جملے سننے کو ملتے ہیں کہ اسے خریدا گیا ہے، اور سسرال میں اس سے نوکرانی والا سلوک ہوتا ہے۔

**شادی:**

منگنی طے پا جانے کے بعد لڑکی اور لڑکے والے پنڈت کے پاس جاتے ہیں اور شادی کی تاریخ مقرر کرواتے ہیں۔ جسے مہرت کہا جاتا ہے۔۲۲ شادی میں دعوت کے لیے سفید کچے چاولوں کو پیلا رنگ دیا جاتا ہے اور یہ چاول ہر اس شخص کو دیئے جاتے ہیں جسے شادی میں بلانا ہوتا ہے۔ گویا یہ چاول شادی کارڈ ہیں۔ چند چاول اس گھر کے سربراہ کے داہنے ہاتھ پر رکھ دیئے جاتے ہیں، یوں اس گھرانے کو شادی کی دعوت سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی بھی فرد گھر میں موجود نہ ہو تو پیلے چاول اس کے گھر کے دروازے کی چوکھٹ پر رکھ دیتے ہیں۔۲۳

شادی سے چھ روز قبل مختلف رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ پہلے دن کی رسم بھگوان، دوسرے دن

کی راما پیر کے، تیسرے دن کی کھیت پال، چوتھے دن کی گوگابی کے نام پر ادا کی جاتی ہے۔ گھریلو تیار کردہ ابٹن۲۴ سے لڑکی اور لڑکے کے قریبی دوست رشتہ دار اس کے پورے جسم کی خوب مالش کرتے ہیں تاکہ رنگ صاف ہو جائے۔ لڑکی اور لڑکے کو اس دن کے بعد خوب اچھی خوراک دی جاتی ہے۔۲۵ اور کسی اجنبی سے ملنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہوتی سوائے رفع حاجت کے لیے۔ تب لڑکی یا لڑکا جو بھی ضروری حاجت کے لیے گھر یا جھونپڑی سے باہر جاتا ہے وہ لوہے کی۲۶ کوئی چیز اپنے پاس رکھتا ہے، اور اس کے دوست بھی اس کے ہمراہ ہوتے ہیں، ا سے اکیلا نہیں چھوڑا جاتا کیونکہ بھیل کا خیال ہے کہ یہ دن شادی کرنے والے جوڑے کے لیے نہایت خطرناک ہوتے ہیں۔ کسی بھی وقت ان پر جادو ٹونے یا جن بھوت کا اثر ہو سکتا ہے وہ پاگل ہو جاتے ہیں یا جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

بعض بھیل کے ہاں رسم مہندی شادی سے ایک دن قبل ادا کی جاتی ہے۔ بعض کے ہاں بارات والے دن مہندی لگائی جاتی ہے، لڑکی یا لڑکے کی بھابھی دونوں ھاتھوں اور پاؤں پر مہندی لگاتی ہے۔ بعض کے ہاں شادی سے چار روز قبل مہندی لگائی جاتی ہے۔ بارات روانگی کے وقت دلہا کی ماں ہر باراتی کے ایک ہاتھ پر تھوڑی سی مہندی لگا دیتی ہے۔ گویا یہ شناختی علامت ہے کہ یہ شخص باراتی ہے۔

بارات روانگی سے قبل کچھ مذہبی رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک تھالی میں میٹھے چاول رکھ کر تمام باراتی اس کے گرد سجدہ ریز ہوتے ہیں اور رام، رام، رام پکارتے ہیں پھر یہ چاول تھوڑے تھوڑے سب براتیوں میں تبرکاً تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد دلہا، اس کا باپ اور پنڈت، گنیش جی کی مورتی کے سامنے جھک کر دعا مانگتے ہیں۔ میٹھی روٹی ساتھ رکھی ہوتی ہے، پھر اُس روٹی کے ٹکڑے بچیوں اور بچوں میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔۲۷

جب بارات روانہ ہونے لگتی ہے تو دلہا گھر کے بیرونی دروازے پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے دوست رشتہ دار دائیں بائیں کھڑے ہو کر اس پر درخت کی نرم و نازک شاخوں کا سایہ کرتے ہیں۔ دلہا کی ماں اس کی آرتی کرتی ہے اور ایک دوپٹہ لکڑی پر رکھ کر بیٹے کے سر پر سایہ کرتی اور پانی کے گلاس کو سات بار اس کے سر سے وار کے کچھ پانی دروازے کے کونے پر پھینک دیتی ہے اور بقیہ

پانی خود پی لیتی ہے۔

اس رسم کے بعد ڈھول اور طنبورہ پر جھومر ڈالا جاتا ہے، عورتیں الگ جھومر ڈالتی ہیں، بارات ٹریکٹر ٹرالی پر جاتی ہے اور بکرا ہم راہ ہوتا ہے۔ جب بارات دلہن کے گھر پہنچتی ہے تو کچھ فاصلے پر رک کر بکرا ذبح کیا جاتا ہے اور تمام بارات مع دلہا اس بکرے کے خون کے اوپر سے گزرتی ہے پھر اس کا گوشت پکا کر باراتیوں کو کھلایا جاتا ہے۔

بارات دلہن کے گھر سے کچھ فاصلے پر ٹھہرائی جاتی ہے۔ باراتی تین تین چار چار کی ٹولیوں میں وقت گزارنے کے لیے تاش کھیلتے ہیں اور یہ عموماً جوا ہوتا ہے، ساری رات یہ سلسلہ چلتا ہے۔ ایک اور دلچسپ بات کا مشاہدہ کیا گیا کہ دلہا کا باپ سگریٹ کے بہت سے پیکٹ بھی ساتھ لاتا ہے اور رات کو باراتیوں میں مفت تقسیم کردیتا ہے۔

بارات عموماً شام کے بعد دلہن کے گھر پہنچتی ہے، کیونکہ پھیرے آدھی رات کو لیے جاتے ہیں۔ بارات کا استقبال دلہن کے رشتہ دار کرتے ہیں اور موسم کے مطابق مشروب یا چائے سے اُن کی تواضع کی جاتی ہے۔ پھر کچھ دیر بعد سب کو کھانے کی دعوت دی جاتی ہے۔ کھانا کھانے کے بعد جہیز کا سامان اور لڑکے والے جو کچھ لاتے ہیں وہ دکھایا جاتا ہے۔ اس میں مٹھائی، کپڑے،زیورات، جوتے شامل ہوتے ہیں۔لڑکی والے بھی اس میں مزید اضافہ یہ کرتے ہیں کہ استعمال کے ضروری برتن، گرمی اور سردی میں سونے کے لیے ضروری سامان مثلاً کمبل یا لحاف، اور دری وغیرہ شامل کردیتے ہیں۔اس کے بعد ٹورن تیار کی جاتی ہے جو کہ درخت کی تازہ شاخوں سے تیار کردہ ایک خوبصورت دروازہ ہوتا ہے۔ یہاں آ کر دلہا رک جاتا ہے اور دلہن کی ماں اس کی آرتی لیتی ہے۔ پھر پھیرے لینے کے لیے مقام تیار کیا جاتا ہے جسے چنوری کہتے ہیں۔ ایک ناریل کا پانی نکال کر اس میں تیل بھر دیا جاتا ہے اور اسے جلا دیا جاتا ہے۔ دلہا اور دلہن دونوں کو بغیر سلے کپڑے سے آپس میں ملا دیا جاتاہے۔ چار پھیرے لیے جاتے ہیں، پہلے تین پھیروں میں لڑکا آگے ہوتا ہے اور لڑکی پیچھے، آخری پھیرے میں لڑکی آگے ہوتی ہے اور لڑکا پیچھے۔ پھیروں کے دوران دلہن اکثر روتی ہے۔ چار پھیروں کا مطلب چار عہد ہیں۔ پھیروں کے دوران دلہن اور دلہا کے چہرے گھونگھٹ اور سہرے سے چھپے ہوتے ہیں۔ اس دوران پنڈت کچھ پڑھتا رہتا ہے جس میں نئے جوڑے کے لیے دعائیں شامل ہوتی ہیں۔[۲۸]

شادی کے موقع پر دلہن سرخ گھاگھرا اور چولی میں ملبوس ہوتی ہے جبکہ دلہا سفید شلوار قمیض میں ہوتا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ دلہا بارات کے ساتھ عام لباس میں ہوتا ہے اور ٹریکٹر ٹرالی میں کوئی نہیں پہچان سکتا کہ دلہا کون ہے۔ دلہن کے ہاں پہنچ کر پھیرے لینے سے قبل اسے نئے کپڑے پہنائے جاتے ہیں۔ پھیرے لینے کے بعد دلہا دلہن الگ ہو جاتے ہیں اور صبح بدائی(بارات کی روانگی) ہو جاتی ہے۔ دلہا کے گھر کے باہر دلہا کی ماں اور دیگر رشتہ دار مرد و خواتین دلہن کا استقبال کرتے ہیں۔ ایک دو روز بعد لڑکی کو واپس اس کے والدین کے گھر چھوڑ دیا جاتا ہے اور پھر لڑکا چند روز بعد اُسے اپنے ساتھ واپس لے آتا ہے، جسے مکلاوا کہا جاتا ہے۔

**طلاق:**

چولستانی بھیل میں طلاق کا حق مرد کے پاس ہے لیکن دیکھا گیا ہے کہ بھیل میں شرح طلاق بہت کم ہے۔ باوریوں میں یہ شرح زیادہ ہے۔ بعض مخصوص حالات میں مرد عورت کو طلاق دے سکتا ہے مثلاً اگر عورت بانجھ ہو تو دونوں کو اختیار ہے کہ وہ کسی کا بچہ گود لے لیں یا اولاد کی خاطر مرد عورت کو طلاق دے دے، دوسری صورت یہ ہے کہ بیوی مرجائے تو خاوند کو دوسری شادی کا حق حاصل ہے۔ اگر عورت کا خاوند مر جائے تو عموماً خاوند کا بھائی اپنی بھابھی سے شادی کرلیتا ہے۔ اسے چادر ڈالنا کہتے ہیں، اس میں پھیرے نہیں لیے جاتے۔ اگر مرحوم کا کوئی بھائی نہ ہو تو اس کے قریبی رشتہ داروں میں رشتہ دیکھا جاتا ہے۔ اگر وہاں بھی ممکن نہ ہو دلہن کو اجازت ہے کہ وہ اپنے والدین کے گھر چلی جائے جو اس مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

اگر اولاد کی خاطر خاوند شادی کرتا ہے اور پہلی بیوی کو طلاق نہیں دیتا تو اس صورت میں پہلی بیوی اگر چاہے تو مرد کے ہاں رہ سکتی ہے یا پھر طلاق لے سکتی ہے۔ طلاق شدہ یہ عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کرنے کی مجاز ہے۔ اگر یہ نیا خاوند کنوارا ہے تو پھر پھیرے لیے جائیں گے اگر پہلے سے شادی شدہ ہے تو چادر ڈالنے کی رسم ادا کی جائے گی اور وہ عورت اُس کی بیوی قرار پائے گی۔[۲۹]

قدیم زمانے میں بیوہ عورت یا تو خاوند کے ساتھ ستی ہو جاتی تھی یا پھر معاشرے میں اسے منحوس خیال کیا جاتا تھا۔ نہ تو وہ رنگین شوخ دار لباس پہن سکتی تھی اور نہ ہی زیور اور چوڑیاں، نہ

سندور نہ کوکا۔ آرائش کے سب سامان اس پر ممنوع تھے لیکن موجودہ دور میں بھیل قبیلہ کے اندر بیوہ عورت سے ہمدردی کا سلوک کیا جاتا ہے۔

## رسومات تجہیز وتکفین:

بھیل میں مُردے کو جلد از جلد دفنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ میت کو رکھ کر کسی کا انتظار نہیں کیا جاتا، کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ آتما(روح) کو جلد از جلد پرماتما (خالق) کے پاس پہنچ جانا چاہیے۔ موت کے بعد ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ مردے کو جلایا جا سکتا ہے، دفنایا جا سکتا ہے، جنگل میں چھوڑا جا سکتا ہے یا پھر اسے دریا میں بہا دیا جائے۔ چولستان کے بھیل اپنے مردوں کو دفناتے ہیں۔ اگر مردہ مرد ہو تو اسے غسل دے کر سفید کفن دیا جاتا ہے، عورت ہو تو سرخ رنگ کا کفن دیا جاتا ہے۔ پنڈت جنازہ کے ہمراہ ہوتا ہے، قبرستان میں میت کو دفنا دیا جاتا ہے، اس دوران پنڈت گیتا سے کچھ پڑھتا رہتا ہے۔ مرحوم کی کوئی بیوی ہو تو وہ قبر کے گرد پھیرے لیتی ہے۔ گویا اب وہ آزاد ہے یعنی شادی کرسکتی ہے۔ بھیل میت کے ساتھ کچھ نہیں دفناتے۔ قبر پر پانی کا پیالہ اور گندم یا چاول رکھ دیتے ہیں کہ پرندے کھاپی لیں گے اور مرحوم کی روح کو تسکین ملے گی۔ **۳۰**

پنڈت ہی کریا کرم(سوئم) کی تاریخ مقرر کرتا اور تمام رسومات ادا کرتا ہے۔ عموماً ایک ہفتہ بعد یہ رسم ادا کی جاتی ہے۔ ایک گڑھا کھود کر اس کے اندر ایک مورتی بنا کر رکھ دی جاتی ہے، اُس گڑھے میں ہر شخص تھوڑا تھوڑا پانی ڈالتا جاتا ہے۔ تاکہ مرحوم کی روح کو سکون ملے۔ پنڈت کچھ پڑھتا رہتا ہے۔ بعض اوقات گڑھا کھودنے کی بجائے مورتی کو نہر یا دریا میں بہادیا جاتا ہے۔**۳۱** اگر مرحوم گھر کا سربراہ ہو تو پھر اس کے بڑے بیٹے کے سر پر پگڑی رکھی جاتی ہے، اسے رسم پگ کہتے ہیں۔ گویا باپ کے بعد اب یہ شخص گھر کا سربراہ ہے۔**۳۲**

فوتیدگی والے گھر تین دن تک چولہا نہیں جلایا جاتا، ان کے قریبی رشتے دار اور عزیز اس خاندان اور ہمسایوں کے کھانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ کریا کرم کے موقع پر قریبی رشتہ دار لواحقین کو کپڑے اور کچھ نقدی کے علاوہ دیوی کا دان بھی دیتے ہیں اس رسم میں نو لڑکیوں کو کھلایا پلایا جاتا ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ خیرات نو دیویوں تک پہنچ گئی ہے۔**۳۳** کریا کرم کے موقع پر دیکھا گیا ہے کہ بھیل تمام برادری کو دعوت دیتے ہیں اور مختلف اقسام کے کھانے تیار کیے جاتے ہیں جن

پر کافی اخراجات آتے ہیں، اسے مقامی زبان میں روٹی دینا کہتے ہیں۔

تجہیز وتکفین کی رسومات میں ایک دلچسپ چیز یہ بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ مالی طور پر مستحکم بھیل بھوپے کو بلاتے ہیں۳۴ اور اس سے پوچھتے ہیں کہ اب مرحوم یا مرحومہ اگلے جنم میں کس حالت میں ہوں گے۔ یعنی انسان، جانور یا پرندہ کی صورت میں۔ یہ بھوپے دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا دیوی دیوتاؤں سے براہ راست رابطہ ہے اور وہ غیب سے متعلق جانتے ہیں۔ ان بھوپوں کی کا معاوضہ چھ سے سات ہزار تک ہوتی ہے۔

**مذہب:**

ہندومت کا شمار دنیا کے قدیم مذاہب میں ہوتا ہے۔ اس مذہب کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ باہر سے جو مذہب بھی آیا اس کے اندر ضم ہو گیا یا اسے دیس نکالا ملا، سوائے اسلام کے جس کی تعلیمات نے ہندومت کو شدید دھچکا لگایا اور تقریباً ساڑھے چھ سو سال تک (1206-1858) ہندوستان پر حکمرانی کی۔ ہندومت کی تعلیمات قدیم ویدوں پر مشتمل ہے۔ اور رگ وید اس ضمن میں قدیم ترین مذہبی کتاب کہلاتی ہے۔ ان ویدوں کی تشریح وتعبیر ہندو دانشور منو نے کی۔

ہندو مذہب میں بہت سے دیوی اور دیوتا ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان دیوی اور دیوتاؤں کی تعداد تینتیس کروڑ ہے۔۳۵ عموماً ہندو برہما، وشنو، اور ایشور کو سب دیوی دیوتاؤں پر ترجیح دیتے ہیں۔ ہندو دیوتاؤں کی تعداد کی طرح ہندوؤں کی مذہبی کتب کی تعداد بھی ہزاروں میں بتائی جاتی ہے۔۳۶ وہ تصاویر اور مورتیوں کی پوجا بھی کرتے ہیں۔ ابتدائی طور پر یہ مذہب بنارس میں پھیلا اور حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے دو سو پچاس سال پہلے تک پورے ہندوستان میں پھیل چکا تھا۔

دیگر ہندوؤں کی طرح بھیل بھی آزاد ہیں کہ وہ جس دیوی دیوتا کی چاہیں عبادت کریں۔ بھیل عموماً بھومیاں، ماتا چمونڈا، بھیرو کھومرا، ھنومان جی، راما پیر، کالی ماتا، شری رام، کرشنا، درگا اور گوگا کے پجاری ہیں۔۳۷ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ بھیل بالخصوص بھگت کبیر، گرونا نک، اور مسلم صوفیائے کرام سے کسی حد تک متاثر ہیں۔۳۸ بھیل اپنے گھروں میں ایک جگہ مخصوص کرلیتے ہیں جہاں وہ دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔ اُس جگہ کو ماتھا ٹیکن کہتے ہیں۔ بعض اوقات وہ کسی کمرے کو بطور مندر استعمال کرتے ہیں جہاں تصویریں اور مورتیاں رکھ دی جاتی ہیں۔ گھروں میں مورتی اور تصاویر

اس لیے بھی رکھتے ہیں تاکہ ان کا گھر جادو ٹونے اور جن بھوت کے اثرات سے محفوظ رہے۔[۳۹] وہ انتہاء پسند یا جوشیلے بھی نہیں ہیں۔ صرف پنڈت ہی ان کا راہنما ہے اور قدیم دور کی طرح آج بھی پنڈت اور بھوپے ان پر اپنا حکم چلاتے ہیں۔

## مذہبی رسومات:

### منوتی:

بھیل قبیلہ میں منوتی عام ہے۔ کاروبار میں ترقی، اولاد کا حصول، پریشانیوں اور بیماریوں سے چھٹکارے کے لیے وہ منت مانتے ہیں کہ اگر ان کی فلاں مراد پوری ہوگئی تو بھگوان یا دیوی دیوتا کے نام پر کچھ قربان کریں گے یا خیرات کریں گے۔ جب مراد پوری ہو جاتی ہے تو یہ وعدہ کے مطابق بکرا ذبح کرتے ہیں یا پھر ناریل، مٹھائی اور میٹھے چاول وعدے کے مطابق تقسیم کرتے ہیں۔ ٹاڈ کے بقول بعض اوقات وہ کسی درخت کو مقدس خیال کرتے ہوئے اس کی پوجا کرتے ہیں اور خیرات یا قربان کی گئی چیز کو بابا کا تند کہتے ہیں۔[۴۰]

### ورت / اپواس

ورت (روزہ) کے لیے بھیل میں کوئی مخصوص مہینہ یا موسم نہیں۔ چونکہ ان کا ہر دن کسی دیوی یا دیوتا کے نام مخصوص ہوتا ہے، لہٰذا وہ جب چاہیں ورت رکھ لیں۔ ان کا ورت غروب آفتاب سے اگلے دن غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔ ورت کی حالت میں بھیل نہ جوتے پہن سکتا ہے، نہ چارپائی پر بیٹھ سکتا ہے اور نہ کچھ کھا پی سکتا ہے، صرف عبادت میں وقت گزارتا ہے۔

جب چاند کی چودہ تاریخ ہو تو بھیل ورت رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں دیوی دیوتاؤں کی پیدائش کے دن، کسی مصیبت سے چھٹکارے کے لیے، کسی مقصد کے حصول کے لیے اور کسی مذہبی تہوار کے موقع پر بھی ورت رکھتے ہیں۔ چونکہ ورت مشکل اور تکلیف دہ ہے اس لیے روز مرہ زندگی کی مشکلات نے انہیں ورت سے دور کردیا ہے یوں بہت کم بھیل ورت رکھتے ہیں۔ ورت کی نسبت اپواس آسان ہے جس میں سوائے آگ پر پکی چیز کے سب کچھ کھانا پینا جائز ہے۔[۴۱]

### گائے:

ہندوؤں میں یہ روایت مشہور ہے کہ لارڈ کرشنا جی چرواہا تھا، گائے اور اس کے دودھ کو بہت

پسند کرتا تھا، گائے کو ماں کہا کرتا تھا۔ ہندوؤں کے مندر میں کرشنا جی کے ساتھ گائے کی تصویر بھی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوؤں میں بعض گائے کا احترام کرتے ہیں، بعض اسے مقدس جانور خیال کرتے ہیں، کچھ بعض اسے گوَ ماتا کہتے ہیں اور بعض اس کی پوجا بھی کرتے ہیں۔

بھیل قبیلہ میں گائے کا صرف احترام کیا جاتا ہے۔ اس کے گوبر اور پیشاب میں مٹی ملا کر اس سے گھر اور پوجا پاٹ کی جگہ اور کھانے پکانے کی جگہ کو پاک کیا جاتا ہے۔ ایک گائے کے ساتھ بیل کے جنسی ملاپ کے بعد اس سے پیدا ہونے والی گائے کے ساتھ اس بیل کا ملاپ منع ہے۔ نہ گائے کو برا بھلا کہتے ہیں اور نہ ہی اسے چھڑی سے مارتے ہیں۔ عام طور پر اگر گائے کسی بھیل کو کوئی نقصان پہنچائے تو وہ برداشت کرتا ہے کسی قسم کے ردِعمل کا اظہار نہیں کرتا۔

بھیل کا گائے کے بارے میں عقیدہ طونکہ باوریا اور میگھوال ہندوٗں سے مختلف ہے۔ اگر کسی کے ہاتھوں گائے مر جائے تو نہ اُس شخص کو برادری سے نکال باہر کیا جاتا ہے اور نہ ہی اسے گنگا اشنان کے لیے کہا جاتا ہے۔ مردہ گائے کو اٹھوا کر دور پھینک دیتے ہیں اور اگر کوئی شخص گائے مارنے کے بعد خود ہی گنگا اشنان کے لیے چلا جائے تو اسے بہتر خیال کیا جاتا ہے کہ اس کے سابقہ گناہ دھل گئے۔[۴۲]

**آوا گون:**

ہندوؤں میں یہ قول مشہور ہے کہ کرم ہی دھرم ہے، یعنی اچھے اعمال ہی مذہب ہے۔ ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق آتما کو پرماتما کے پاس جا کر ہی مکتی یا نروان حاصل ہوتا ہے۔ دیگر مردہ کی روح بدروح بن جاتی اور دوسرے لوگوں کو تنگ کرتی ہے۔ بھیل کا عقیدہ ہے کہ بہ صورت مرنے کے بعد جزا و سزا کا انحصار دنیا میں کیے گئے اعمال پر ہے۔ اگر عمل صالح کیے ہیں تو روح کو جلد نروان مل جائے گا جبکہ اگر برے عمل کی پاداش میں اس کی روح کسی حشرات الارض، جانور یا پرندے کی صورت میں واپس دنیا میں آئے گی آواگون کے چکر میں روح پھنس گئی تو بقول گروسکھ دیو جی وہ چوراسی لاکھ مختلف شکلیں بدل کر دنیا میں آئے گی اور پھر اسے انسان کی شکل میں دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے گا۔ اس طرح وہ گزشتہ زندگی کی سزا بھگتے گا۔ روح آواگون کے چکر سے بچ جائے اور جلد نروان حاصل کرے، اس کے لیے اس کے پسماندگان کو چاہیے کہ وہ مردہ کو جلد از جلد دفنا دیں۔ کریا

کرم کے موقع پر مقدس کتابوں سے زیادہ زیادہ اشلوک پڑھے جاتے ہیں۔[۴۳]

## ذات پات کا نظام:

برصغیر پاک و ہند میں ذات پات کا نظام متعارف کروانے کا سہرا ہندومت کے سر ہے۔ ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتاب رگ وید میں انسانوں کو چار مختلف ذاتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔[۴۴] کہا جاتا ہے کہ آریا نے مقامی دراوڑی نسل کو شودر یا اچھوت قرار دیا ہے پھر ذات پات کا نظام پورے ہندوستان میں پھیل گیا اور آج بھی مسلمان اور ہندو دونوں اس پر سختی سے عمل پیرا ہیں۔ اس فرسودہ نظام کے خلاف اگرچہ ہر مصلح نے آواز اٹھائی مگر ذات پات کا نظام ہندومت کا ایک اہم جزو بن کر رہ گیا۔[۴۵] اگرچہ آج جدید دور میں بھی بعض ہندو ذات پات کے نظام کے خلاف ہیں جیسا کہ کرشن کریا مورتی کا کہنا ہے کہ ذات پات کا یہ نظام تو اعمال اور ذاتی خوبیوں کی بنیاد پر ہے نہ کہ پیدائش کی بنیاد پر۔ چار ذاتوں کا یہ نظام بے بنیاد نظریے کی بنیاد پر ہے۔[۴۶]

ہندومت میں مذہبی اور سماجی لحاظ سے بھیل شودر قرار دیئے گئے ہیں۔ جس نفرت اور حقارت سے انہیں ماضی میں دیکھا جاتا تھا، اُس سے محفوظ رہنے کے لیے بہت سے بھیل نے تقسیم ہند کے وقت پاکستان میں رہنے کو ترجیح دی کہ ایک اسلامی حکومت کے تحت کوئی برہمن یا شودر نہیں ہوگا مگر ان کی امیدوں پر پانی پھرگیا، جب پاکستان میں بھی ان کے ساتھ نفرت انگیز سلوک کیا جانے لگا۔ لہٰذا ماضی کی طرح بھیل پھر ذات پات کے نظام کی طرح ٹوٹ گئے حتیٰ کہ وہ اپنے ہم مذہب شودر میگھوال اور باوریا قبائل سے بھی ملنا جلنا پسند نہیں کرتے۔ میگھوال، باوریا اور بھیل ہر ایک کا دعویٰ ہے کہ وہ دوسرے سے برتر ہے۔ یہ با ہم ایک دوسرے سے شدید نفرت کرتے ہیں اور ہم مذہب ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے۔

بھیل نہ صرف اپنے ہم مذہب شودروں سے ملنا جلنا نا پسند کرتے ہیں بلکہ وہ اجنبی لوگوں سے بھی تعلقات نہیں رکھتے۔ کہ وہ جانتے ہیں کہ معاشرے میں ان کا کیا مقام ہے، لہٰذا وہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں سے مل کر خود کو احساس کمتری کا شکار کیوں کریں۔

چولستانی ہندوؤں میں بھیل شائد پہلا قبیلہ ہے جس نے براہمن کی مذہبی اجارہ داری کو للکارا ہے۔ انہوں نے براہمن کی سماجی ومذہبی برتری سے انکار کرتے ہوئے اپنے میں سے ایک شخص کو جو

مذہب پر کامل عبور رکھتا ہے۔ اپنا راہنما تسلیم کرلیا ہے۔ رحیم یار خان کے رہائشی گروسکھ دیو جی[۴۷] نے ذات پات کے نظام کے خلاف آواز بلند کی اور کسی برہمن کی بجائے خود بھیل ہوتے ہوئے براہمن کی جگہ لے لی لہٰذا بھیل کی اکثریت نے انہیں اپنا پیشواء تسلیم کرتے ہوئے مذہبی رسومات کے موقع پر ان سے رجوع کرنا شروع کردیا ہے۔ گویا براہمن کی مذہبی اجارہ داری کے خلاف یہ ایک کھلی بغاوت ہے۔ گروسکھ دیوجی نے یہ محسوس کیا کہ مذہب تو لوگوں کو باہم جوڑتا ہے لہذا کیوں نہ اس فرسودہ رسم کو ترک کر دیا جائے جو لوگوں کو متحد کرنے کی بجائے انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کرکے نفرت پیدا کرتی ہے۔

## زیارت ر بھیل کے مقدس مذہبی مقامات:

ہندو، عیسائی، مسلمان، یہودی اور بدھ مت کے پیروکار سب کے ہاں بعض مقدس مقامات ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں گنگا اشنان بہت اہم مذہبی زیارت ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ گنگا نہا کر ہندو پوتر ہو جاتا ہے۔ ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق گنگا پہلے سے برہما جی کے سر پر بہتی تھی کہ ان کے دادا جی نے تپسیا کرکے اسے سر سے زمین پر رکھ دیا اور یہ آج تک زمین پر بہہ رہی ہے۔[۴۸] مذہبی مقامات کی زیارت انسان کی مالی حیثیت سے تعلق رکھتی ہے۔ لہذا مندرجہ بالا مذاہب میں یہ فرض نہیں تاہم بعض صورتوں میں ہندوؤں کے لیے گنگا اشنان فرض ہو جاتا ہے۔ ہندوؤں کی اکثر زیارات ہندوستان میں ہیں تاہم کچھ زیارتیں پاکستان میں بھی ہیں، جہاں سب ہندو جاتے ہیں خواہ وہ کسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ مثلاً رحیم یار خان میں مہاراج پرس رام کا ایک میلہ ماہ ستمبر میں لگتا ہے جو تین دن مسلسل جاری رہتا ہے۔ بھیل وہاں زیارت کے لیے جاتے ہیں۔[۴۹] اور خوب رونق ہوتی ہے۔ بھیل دیگر ہندوؤں کی طرح سکھر میں سدھو بیلا جاتے ہیں جہاں ایک عظیم مندر ہے۔[۵۰] روہڑی میں سچو سڑا رام کے مندر جاتے ہیں۔ لسبیلہ میں ہنگ لاج مندر کی زیارت کو جاتے ہیں، جہاں ایک مقدس ندی ہے جسے آگور کہتے ہیں ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ شری چندر رام اس مندر آئے تھے اور آگور ندی میں انہوں نے غسل کیا تھا۔ لہذا یہ مندر نہایت عقیدت کی جگہ اور ندی نہایت پاکیزہ ہے یہاں بھیل مندر کی زیارت کرتے ہیں اور ندی میں غسل کرکے خود کو گناہوں سے پاک خیال کرتے ہیں تاہم گنگا اشنان سے اس کا مرتبہ کم ہے۔ گزشتہ دو سال سے مقامی ہندوؤں نے چولستان میں چنن

پیر کے قریب راما پیر کا سالانہ میلہ شروع کردیا ہے۔ چکوال کے قریب کٹاس راج مندر بھی ہندوؤں کا ایک مقدس مقام ہے، یہاں شیو جی اپنی بیوی ستی کی موت پر اتنا روئے کہ پانی کا ایک تالاب مذکورہ جگہ پر اور دوسرا اجمیر کے قریب بن گیا۔ ہندو وہاں غسل کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک یہ مقدس پانی ہے۔۵۱

**مذہبی تہوار:**

ہندو مت میں بہت سے مذہبی تہوار ہیں تاہم مذہبی تعلیمات کی کمی اور فکر معاش کے سبب بھیل چند ایک مذہبی تہواروں تک محدود ہو کر رہ گئے اور انہیں جوش و جذبہ سے مناتے ہیں۔ یہ مذہبی تہوار چاند کی تاریخوں کے مطابق ہوتے ہیں یا دیسی مہینوں کے اعتبار سے۔

ہندوستان کے لوگوں کے لیے تو سہولت موجود ہے کہ وہ کسی تہوار کے موقع پر گنگا میں اشنان کرلیں لیکن پاکستان میں رہنے والے ہندو ہر مذہبی تہوار کے وقت غسل کرکے نئے کپڑے پہنتے اور ایک دوسرے کے گھر میٹھی اشیاء بھیجتے ہیں۔ پوجا پاٹ کرتے ہیں اور تہوار سے ایک روز قبل ورت یا اپواس کا روازہ رکھتے ہیں۔بھیل کے ہاں چندمعروف مذہبی تہوار یہ ہیں۔

**ا۔ہولی:**

ہولی کی تاریخی حیثیت کے بارے میں بھیل کا کہنا ہے کہ ہر نکاس کو بہت سی شکتی حاصل تھیں لہذا اس قوت کو وہ منفی کاموں کے لیے بھی استعمال کرتے تھے اور اپنی اس بے پناہ قوت و اختیار پر مغرور بھی تھے۔ ان کا بیٹا رام کی پوجا کرتا تھا مگر باپ کو اس کی یہ حرکت سخت نا پسند تھی اور اُسے حکم دیا کہ وہ رام کی بجائے اپنے باپ ہرنکاس کی پوجاکرے۔اس موقع پر ہر نکاس کی بیٹی ہولی کا نے باپ کا ساتھ دیتے ہوئے بھائی کو زندہ جلانے کی کوشش کی مگر بھائی بچ گیا اور بہن جان سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ اس واقعہ کی یاد میں ہندو ہولی مناتے ہیں۔۵۲ باوریا اور میگھوال کی طرح بھیل میں بھی یہ سب سے بڑا مذہبی تہوار ہے۔

عموماً ہولی کے موقع پر رنگ پھینکا جاتا ہے مگر اکثر بھیل ایسا نہیں کرتے البتہ وہ ڈھول، رانتی اور طنبورہ کے راگ پر رقص کرتے ہیں اور یوں رقص کرتے ہوئے وہ ہر بھیل گھرانے کے دروازے پر جاتے ہیں جہاں گھر کے افراد انہیں حسب توفیق کچھ چندہ دیتے ہیں۔ اس جمع شدہ رقم سے خیرات

کے لیے کچھ پکایا جاتا ہے اور سب میں تقسیم کردیا جاتا ہے۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ اس جمع کی گئی رقم میں کبھی ہیرا پھیری نہیں کی جاتی۔

ہولی کے تہوار کا آغاز اس گھر سے کیا جاتا ہے جہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہو۔ بچے کے گھر والے اس کے گرد دائرہ بنا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور مقدس آگ جلائی جاتی ہے۔ اس کے سر پر چھڑیوں کا سایہ کیا جاتا ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ بچہ ہرقسم کے جادوئی اثرات سے محفوظ ہو گیا ہے۔

بھیل میں جو صاحب حیثیت لوگ ہوتے ہیں وہ اس دن خیرات بھی کرتے ہیں، جس میں عموماً میٹھے چاول اور مٹھائی شامل ہے۔ عورتیں خوبصورت راجستھانی چولی اور گھاگھرے میں ملبوس ہوتی ہیں۔ اس موقع پر جھومر بھی ڈالا جاتا ہے۔

**۲۔ دیوالی:**

بھیل کے ہاں دوسرا بڑا مذہبی تہوار جو مذہبی جوش و ولولے کے ساتھ منایا جاتا ہے وہ دیوالی ہے۔ اِس موقع پر گھر اور گلیاں مٹی کے چراغ جلا کر روشن کی جاتی ہیں۔ یہ تہوار سیتا اور رام سے منسوب ہے۔ جب رام کو اُس کے باپ اور سوتیلی ماں نے 14سال کے لیے دیس نکالا دے کر جنگل بھیج دیا تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی بیوی سیتا کو راون نے اغواء کرلیا جسے بالآخر ھنو مان کی مدد سے بازیاب کرایا گیا، پھر سیتا اور رام واپس ایودھیا آئے تو لوگوں نے مٹی کے چراغ میں تیل ڈال کر انہیں روشن کیا۔ اس تاریخی رسم کی یاد میں ہندو آج بھی دیوالی کا تہوار مناتے ہیں۔[۵۳]

بعض بھیل تہوار سے ایک دن قبل ورت یا اپواس کا روزہ بھی رکھتے ہیں۔ تہوار کے دن ان کے گھر اس طرح روشن ہوتے ہیں جیسے کسی شادی والے گھر روشنیوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ یہ تہوار عموماً چولستان کے قریبی بستیوں میں منایا جاتا ہے جبکہ چولستان میں چارہ اور پانی کی عموماً کمی ہوتی ہے اور چرواہے عارضی طور پر واپس اپنی مستقل رہائش گاہوں کا رخ کرلیتے ہیں۔

ان بڑے مذہبی تہواروں کے علاوہ بھیل کرشن جی کی سالگرہ بھی مناتے اور اس کی مورتی کے گرد ڈانس کرتے ہیں۔ اسی طرح مہاشیورتی کا دن بھی مناتے ہیں اورورت یا اپواس کے علاوہ تمام رات عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ بعض بھیل دسہرہ کا تہوار بھی مناتے ہیں جو دس دن جاری رہتا

ہے۔ جولائی اگست کے مہینے میں راکھی باندھنے کا تہوار بھی مناتے ہیں۔

## بھیل اور تبدیلی مذہب:

مذہبی تعلیمات پر عمل کرنے یا نا کرنے سے قطع نظر، ہر پیروکار اپنے مذہب کے لیے جان دینے کو ہمہ وقت تیار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تبدیلی مذہب بہت مشکل کام ہے۔ نئے مذہب میں داخل ہونے والے کو اُن مشکلات کا بخوبی علم ہوتا ہے جو تبدیلی مذہب کے بعد پیش آتی ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مذہب کوئی بھی ہو اپنے ماننے والوں کو متحد کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے تاہم اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر مذہب میں لوگ فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہوئے ہیں۔ جو کہ مذہب کی بنیادی تعلیم یعنی اتحاد کے خلاف ہے۔

جب بھیل میں سے کوئی اپنا مذہب تبدیل کرلیتا ہے تو اُسے واپس ہندومت میں لانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ جون 2012ء میں یزمان (بہاولپور) کے قریب ایک گاؤں 61 ڈی بی میں ایک بھیل نے اسلام قبول کیا، تمام کوششوں کے باوجود بھیل اسے واپس ہندو دھرم میں نہ لا سکے۔

بھیل نمائندے کے مطابق عموماً بھیل تب مذہب تبدیل کرتا ہے جب وہ اپنی ذات سے باہر شادی کرنا چاہتا ہے جو کہ بھیل قبیلہ میں رہتے ہوئے ناممکن ہے۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے معاشی مفادات کے لیے مذہب تبدیل کرلیتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ بھیل لڑکی کسی مسلمان کے ساتھ بھاگ جاتی ہے اور پھر اس سے نکاح کے لیے اسلام قبول کرلیتی ہے۔ بعض اوقات دیگر لوگ بھی قبول اسلام کے لیے دباؤ ڈالتے ہیں جیسے بڑے زمیندار وغیرہ۔ بسااوقات غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کی صورت میں تحفظ کی خاطر وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں۔[۵۴]

درج بالا صورت حال صرف تصویر کا ایک رخ ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تبلیغی جماعت ایک عرصہ سے چولستانی ہندوؤں پر کام کر رہی ہے۔ نتیجتاً چولستان میں اکلی والا ٹوبہ کے بائیس ہندوؤں نے اسلام قبول کیا، ان پر نہ کوئی دباؤ تھا نہ ترغیب وتحریص۔[۵۵]

## ثقافت :

### لباس:

بھیل مرد دھوتی اور کرتا پہنتے ہیں سر پر ہلکے گلابی رنگ کی پگڑی رکھتے ہیں جبکہ عورتیں نیلے

جامنی رنگ کا گھاگھرا، چولی اور دوپٹے میں ملبوس ہوتی ہیں۔عموماً شوخ رنگ کے کپڑے پسند کرتی ہیں اور پورے بازوؤں میں سفید رنگ کی چوڑیاں پہنتی ہیں۔ بھیل عورتیں اجنبی مردوں کو دیکھ کر فوراً گھونگٹ کرلیتی ہیں۔ روایتی لباس گھاگھرا چولی کے علاوہ اگر شلوار قمیض پہننا ہوتو بہو کے لیے سسر کی اجازت لازم ہے۔۵۶ مذہبی تہوار ہو یا شادی بیاہ کا موقع بھیل مرد وعورت اپنے روایتی ثقافتی لباس میں نظر آتے ہیں۔

**زیورات:**

بھیل عورتیں گلا، ہاتھ، پاؤں، گردن، پیشانی، حتیٰ کہ پاؤں کی انگلیاں بھی خالی نہیں رکھتیں، بولا، نتھ، کوکا، ہسی، کانوں کی بالیاں، کڑے، چوڑے، پازیب، جھومر مقبول عام زیورات ہیں۔ شادی شدہ خواتین پورے بازوؤں میں سفید چوڑے پہنتی ہیں اور غیر شادی شدہ دوشیزہ آدھے بازوں میں۔ اسی فرق سے ان کے شادی شدہ اور غیر شادی ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ ہر شادی شدہ عورت کے پاس تقریباً 1 کلوچاندی کے زیورات ہوتے ہیں۔ جو ان کے لیے سندھ کے مخصوص سنار تیار کرتے ہیں۔بھیل عورتیں کھیتوں میں کام کے دوران ہلکے اور کم زیورات استعمال کرتی ہیں، جبکہ شادی بیاہ یا دیگر تقریبات اور تہوار کے موقع پر زیورات میں لدی ہوتی ہیں۔

**زبان:**

زبان کسی قوم، ذات یا برادری سے مخصوص نہیں ہوتی، اس کا تعلق علاقہ سے ہوتا ہے۔ وہاں جتنی بھی برادریاں ہوں علاقائی زبان ہی ان کی زبان ہوتی ہے۔ لہذا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ بھیل جب جنگلوں میں رہتے تھے تو ان کی کوئی الگ زبان نہیں تھی بلکہ وہ مخصوص لہجہ کے ساتھ ہندی زبان بولتے تھے۔ بھیل چونکہ راجستھانی ہیں لہذا راجستھانی زبان ہی ان کی مادری زبان کہلاتی ہے۔۵۷ اکثر بھیل مارواڑی زبان بولتے ہیں اگرچہ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ۔۵۸ جیسے مختلف علاقوں کی پشتو پنجابی اور سرائیکی میں تھوڑا سا فرق پایا جاتا ہے۔ موجودہ بھیل سرائیکی، سندھی، پنجابی، اردو، روانی سے بولتے ہیں البتہ گھر میں مارواڑی زبان بولتے ہیں۔

**خوراک:**

ماضی میں بھیل اپنی جنگلی زندگی کے دوران بہت اچھے شکاری تھے جو جنگلی جانوروں اور پرندوں

کا شکار کرتے تھے۔ یہی وہ دور ہے جب باوریا قبیلے کی طرح بھیل بھی ہر حلال حرام کھا جاتے تھے۔۵۹(موجودہ دور کے بھیل شکاری نہیں ہیں۔ یہ زراعت کے پیشہ سے منسلک ہیں یا پھر دودھ دینے والے جانور پالتے ہیں اس لیے حرام جانور نہیں کھاتے۔ بھیل چٹنی، پیاز، اور دودھ کے ساتھ چپاتی کھا کر گزارا ہے۔ جو مزارع ہیں وہ اکثر دال، سبزی، چاول اور گوشت کھاتے ہیں۔ میٹھے میں دلیہ، میٹھے چاول، کھیر اور حلوہ پسند کرتے ہیں۔ گائے کا گوشت نہیں کھاتے۔ بکری، مینڈھا، مرغی ذبح نہیں کرتے بلکہ اس کا جھٹکا کرتے ہیں، اسے وہ جھٹکے والی قربانی کہتے ہیں۔۶۰ چولستانی بھیل عورتیں مٹی کے چولہے بنانے کی ماہر ہوتی ہیں۔ ان چولہوں میں لکڑیں جلا کر مٹی کے برتنوں میں کھانا تیار کیا جاتا ہے۔

## رہائش:

چولستانی بھیل خشک گھاس، کھپ اور جنگلی لکڑیوں سے تیار کردہ گوپوں میں رہتے ہیں۔ زراعت سے وابستہ بھیل اپنے زمیندار کے ہاں ہی کچے مکانات بنا کر رہائش پذیر ہیں۔ مزدوری سے وابستہ بھیل جو کالونیوں میں رہتے ہیں وہ کپاس، سرسوں اور گندم کے موسم میں کالونیوں سے نکل کر مختلف دیہاتوں کا رخ کرتے ہیں اور وہاں عارضی گوپے بنا کر رہتے ہیں۔

بھیل اپنے کچے گھروں کو گائے کا پیشاب اور گوبر ملا کر صاف ستھرا بناتے ہیں۔ ان کے گھر ایک دوسرے سے متصل ہوتے ہیں۔ یہ کچے گھر دو کمروں، برآمدہ، کچن اور غسل خانے پر محیط ہوتے ہیں۔ البتہ پالتو جانور رکھنے کے سبب ان کے صحن کشادہ ہوتے ہیں۔

## دستکاریاں:

بھیل عورتیں، رالکی، چھاج، چنگیر، ٹوکریاں، فلاسیاں، گندیاں، چولیاں، دستی پنکھے اور کڑھائی کا کام کرتی ہیں لیکن جدید مشینی دور میں بھیل عورتیں درج بالا اشیاء یا تو فرمائش پر تیار کرتی ہیں یا پھر صرف اپنی بستی کے لیے، کیونکہ یہ مارکیٹ میں فروخت کے لیے نہیں بھیجی جاتیں۔ رفتہ رفتہ غم روز گار نے ان کو دستکاریوں کے کام سے دور کردیا ہے۔ اب ان کے پاس فرصت ہی کہاں کہ وہ ان کاموں پر توجہ دے سکیں اس طرح ان کی دستکاریاں بھی رفتہ رفتہ ماضی کا حصہ بنتی جا رہی ہیں۔۶۱

## موسیقی:

بھیل موسیقی پسند کرتے ہیں۔ بعض اُستادوں نے اپنے شاگردوں کی تربیت کے لیے موسیقی کے سینٹر بنا رکھے ہیں۔ ان کے ہاں موسیقی کے ماہر بعض گروہ موجود ہیں جنہیں بھگتی گروپ کہا جاتا ہے جو مختلف مواقع پر مدعو کیے جاتے ہیں۔ ڈھول، طنبورہ، رانتی اور بین ان کے معروف آلات موسیقی ہیں۔ بعض بھیل فنکاروں کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے، جیسے میوا رام اور استاد کرشن لال وغیرہ۔

بھیل کے ہاں تاریخی کہانیاں سنانے کا رواج آج تک موجود ہے۔ پتلی تماشا دکھانے والوں کی طرح بعض گروہ گلی گلی پھر کر تصویریں دکھاتے ہیں اور ان کے متعلق کہانیاں سناتے ہیں۔ تصویریں دکھاتے ہوئے یہ بھیل گانے گا کر تصویروں کی تفصیل بتاتے ہیں بعض تصویروں پر ڈانس بھی کرتے ہیں۔ عورتیں شادی اور فصل کی کٹائی کے موقع پر گیت گاتی ہیں۔**۶۲**

## لوک کہانیاں رفوک لور:

لوک کہانیاں تاریخ کا ایک اہم ماخذ ہیں۔ ہندوؤں کی مہابھارت کو قدیم تاریخی ماخذ کہا جا سکتا ہے۔ بھیل اپنے بچوں کو رامائن، مہابھارت سے کہانیاں سناتے ہیں۔ پانڈوں کی لڑائی، بھیل کو شیوجی کا درشن علاوہ ازیں دیوی دیوتاؤں اور بھیل سورماؤں کی کہانیاں سنائی جاتی ہیں۔ اپنشد کا فلسفہ کہانیوں کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے۔ بھیل شکاری کی داستان اور باپو جی کی کہانیاں آج بھی بھیل ذوق و شوق سے گروہ کی شکل میں سنتے ہیں۔**۶۳**

## کھیل تماشے:

بھیل مرد اور عورتیں بہت محنتی ہیں۔ ان کا دس سالہ بیٹا بھی ان کے ساتھ کام کرتا ہے، گویا وہ پیدا ہی کام کے لیے ہوا ہے۔ تاہم اگر فکر معاش سے فرصت ملے تو بھیل بچے وہی کھیل تماشے کرتے ہیں جو پنجاب میں مقبول عام ہیں، مثلاً، وانجو، اڈا کھڈا، چھپن چھپائی، تتلیاں تلیا کیدے گل پایا، فٹ بال، کرکٹ وغیرہ۔ بھیل نلی پکڑنا اور وزن اٹھانے کے مقابلے بھی کرتے ہیں۔**۶۴**

## خاندانی نظام:

بھیل مشترک خاندانی نظام پر قائم ہیں۔ ان کے ہاں خاندان کا سب سے بڑا گھر یا خاندان کا سربراہ ہوتا ہے جس کا فیصلہ سب قبول کرتے ہیں۔ اگر کوئی مسئلہ درپیش ہو تو روزانہ شام کو جب

سب مل بیٹھتے ہیں تو اس وقت تنازعہ حل کرلیا جاتا ہے۔ گھریا خاندان کا سربراہ سب کو متحد رکھنے کا اہم فریضہ سرانجام دیتا ہے اور گھر کے تمام افراد کا مرتبہ اور مقام متعین کرتا ہے۔

### پنچائتی نظام:

بھیل کے ہاں ابھی تک پنچائتی نظام چل رہا ہے۔ کسی لڑائی جھگڑے کی صورت میں پولیس اسٹیشن کا رخ کرنے کی بجائے پنچائت سے رجوع کرتے ہیں۔ پنچائت جو برادری کے بڑوں پر مشتمل ہوتی ہے، دونوں فریقین کو سننے کے بعد اپنا فیصلہ جاری کرتی ہے۔ مختلف جرائم کی مختلف سزائیں ہیں، مثلاً زنا کی صورت میں مرد کو جوتوں کا ہار پہنا کر منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھا کر بستی کا چکر لگوایا جاتا ہے۔ بعض اوقات جرمانے کی سزا دی جاتی ہے اور بسااوقات مجرم کا حقہ پانی بند کردیا جاتا ہے۔[۶۵]

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بھیل کسی زمیندار کے ہاں کام کر رہے ہیں اور کوئی تنازعہ کھڑا ہوگیا ہے تو اس صورت میں زمیندار کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔ بہر حال یہ ایک دلچسپ امر ہے کہ بھیل اپنی مفلسی اور بے یارو مدد گار ہونے کے سبب کسی قسم کے جرائم میں ملوث ہونے کا تصور ہی نہیں کرتے۔ اگر اپنی برادری کے اندر کوئی مسئلہ ہو بھی جائے تو پنچائت کے ذریعے حل کر لیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں جرائم کی شرح نہ ہونے کے برابر ہے۔

### توہم پرستی:

دنیا کے اکثر لوگوں کی طرح بھیل بھی توہم پرست واقع ہوئے ہیں۔ شادی اور مرگ کے مواقع پر ان کی توہم پرستی کا ذکر مذکورہ عنوانات کے تحت کردیا گیا ہے مزید توہمات یہ ہیں کہ جب بھیل دریا، ندی، یا نہر عبور کرتا ہے تو اس میں چند سکے پھینک دیتا ہے تاکہ وہ پانی میں ڈوبنے کے خطرات سے محفوظ رہے۔[۶۶]

### ثقافتی اثرات:

ایک سی جگہ رہنے کے باعث مختلف کلچر ایک دوسرے کے اثرات قبول کرتے ہیں۔ بھیل مسلمان صوفیائے کرام سے بہت متاثر ہیں۔ بھیل ہولی کے موقع پر گھر گھر جا کر رقم اکٹھی کرتے ہیں یہ رسم اب دیہاتی عیسائیوں میں بھی عام ہوتی جا رہی ہے۔ وہ بھی ۲۴ دسمبر کی رات پوری بستی کا چکر لگا کر رقم اکٹھی کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہ عیسائی ہندومت سے عیسائیت میں گئے ہیں ورنہ دنیا کے

دیگر ممالک میں جہاں ۲۵ دسمبر منایا جاتا ہے وہاں عیسائی چرچ کے نام پر رقم اکھٹی نہیں کرتے۔ بھیل اب کاشتکار ہیں اور یہ پیشہ انہوں نے مسلمان کاشتکاروں سے متاثر ہو کر شروع کیا ہے۔ اسی طرح گوپے میں رہنے والے اب کچے گھروں میں آگئے ہیں اور زیارات قبور کے لیے جانا شروع کردیا ہے۔ یہ عادات و اطوار مسلمانوں کے زیر اثر رہنے کے باعث اختیار کر لی گئی ہیں، اور رسم قل خوانی، دسواں، چالیسواں مسلمانوں میں ہندوانہ اثرات کے تحت ہے۔

# حوالہ جات

۱- ہندو مت میں کائنات کی ابتداء سے انتہا تک کو چار زمانوں میں تقسیم کیا گیا ہے جنہیں وہ یگ کہتے ہیں۔ ہر دورانیہ لاکھوں سال پر محیط ہے۔ چار یگ یہ ہیں: ست یگ، تریتا یگ، دواپر یگ اور کل یگ۔گروسکھ دیو جی نے اپنی کتاب "*بھیل راجہ*" جو۵۹صفحات پر مشتمل ہے اس میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ بھیل کا ذکر چاروں یگ میں موجود ہے۔تفصیل کے لیے دیکھئے گروسکھ دیو جی،*بھیل راجہ*، گرو آشرم، بالمقابل نشاط سینما رحیم یار خان،۲۰۱۱ء، ص ص۱-۴۱۔یگ کی تفصیل کے لیے مزید دیکھئے سوامی دیانند سرسوتی، *رگ وید، ایک مطالعہ*، ترجمہ نہال سنگھ،لاہور،نگارشات پبلشرز،۲۰۱۱ء، ص ص۱۶-۱۷، ۲۴۸-۲۴۹۔ سری رام کرت *مہا بھارت* مترجم منشی سری رام کالیستھ ماتھر دہلوی، منشی نول کشور لکھنو،۱۹۱۴ء، ص ص۲۲-۲۳۔

2. D.D Kosambi, *The Culture and Civilization of Ancient India in Historical Outline*, (New Delhi, Vikas Publishing House, 1977) p. 43.

بھگوان شیو نے بھیل کو رگور پور میں راجہ دھانی بنانے کی نوید دی تھی اس طرح ست یگ میں یہ بھیلوں کی اولین حکومت تھی۔ جس کا راجہ ون تھا۔ چاروں یگ میں بھیل کے پیشے کیسے بدلتے رہےتفصیل کے لیے دیکھو بھیل راجہ، بحوالہ سابقہ،ص ص۹ ،۲-۳۴۔

3. See Plate xxvi, xix-B and Plate xvii in Sir Mortimer Wheeler, *The Indus Civilization,* III Edition, (New York, Cambridge University Press, 1968) p. 67.

بھیل اپنے مردوں کو شمالاً جنوباً دفناتے ہیں، وجہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ سورج دیوتا کے احترام میں ایسا کرتے ہیں، دیکھئے خورشید قائم خانی،*بھٹکتی نسلیں*، فکشن ہاؤس لاہور، ۲۰۰۶ء، ص۳۶۔

۴- پہلی صدی عیسوی میں وہ قدیم راجستھان کے حکمران تھے۔ دسویں صدی عیسوی میں مالوہ، گجرات اور ریوا کنتھا کے حکمران طبقہ میں شمار ہوتے تھے۔ فوزیہ سعید،*بھیل برادری پر ایک تحقیق*، فوک لور سوسائٹی آف پاکستان، اسلام آباد،۲۰۰۹ء،ص۶۔ مزید دیکھئے:

D.D Kosambi, *op.cit.,* p.43.

راجپوتوں نے ان میں رشتہ داریاں بھی کیں ہیں۔ دیکھئے:

Rev. N.A Sherring, *Hindu Tribes and Castes*, Vol III, Calcutta, Thaker Sprink and Co., 1881, p. 82.

راجپوتوں نے بھیلوں سے جو علاقے چھینے ان کی تفصیل کے لیے دیکھئے *بھیل راجہ*، بحوالہ سابقہ، ص ص۴۴-۴۵۔

5. James Tod, *Annals and Antiques of Rajasthan*, Vol I, London, Oxford University Press, 1920, p. 397.

۶- *بھٹکتی نسلیں*، *بحوالہ سابقہ*، ص۳۸۔

۷- *بھیل برادری پر ایک تحقیق*، *بحوالہ سابقہ*، ص۶۔

8. M.A Sherring, *op.cit.,* p. 82.

9. James Tod, *op.cit.,* p. 144.

۱۰- *بھیل برادری پر ایک تحقیق*، بحوالہ سابقہ، ص۶۔

11. M.A Sherring, *op.cit.,* pp. 83-84.

12. Shukantla Jagan Nathen, Jiniani Foller, Tr. Hafiz Muzaffar Mohsin, *ہندومت*، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص۹۸۔

۱۳- علی عباس جلال پوری، *رسوم اقوام*، لاہور، تخلیقات، ۲۰۱۰ء، ص۱۶۔

۱۴- رانا جی، 89/P رحیم یار خان، ۲۴ جون ۲۰۱۲ء۔

۱۵- جتنی، 88/P رحیم یار خان، ۲۴ جون ۲۰۱۲ء۔

۱۶- مٹھو رام، 88/P رحیم یار خان، ۲۴ جون ۲۰۱۲۔

۱۷- رانا جی، *بحوالہ سابقہ*۔

۱۸- نیوا لعل، یزمان (بہاولپور) ۲۵ مئی ۲۰۱۲۔ بھیل کی اقسام اور مختلف ذاتوں کے لیے دیکھئے بھیل راجہ، *بحوالہ سابقہ*، ص ص ۴۶-۴۸۔

۱۹- پریتم داس، امان گڑھ (رحیم یار خان) ۲۵ جون ۲۰۱۲ء۔

۲۰- 88/P رحیم یار خان کی رہائشی حوراں مائی کی شادی دھرم کے نام پر ہوئی، اس کی 2 بیٹیوں کی شادی بھی دھرم کے نام پر ہوئی۔ انٹرویو حوران مائی، 88/P (رحیم یار خان) ۲۵ جون ۲۰۱۲ء۔

۲۱- وٹہ سٹہ کی شادی میں کم سن بہن کی شادی بھی کر دی جاتی ہے، جیسے کہ 94/P رحیم یار خان کا رہائشی رمیش جی ایک غریب آدمی ہے۔ شادی کے لیے لڑکی والوں کو پیسے نہیں دے سکتا۔ نہ کوئی دھرم کے نام پر اسے بیٹی دینے کو تیار ہے اس کی چار سالہ بہن ہے مگر وہ خود چالیس سال سے اوپر کا ہو رہا ہے لہذا مجبوراً اس نے اپنی چار سالہ بہن کو وٹہ سٹہ میں چھ سالہ لڑکے کے ساتھ بیاہ دیا۔

۲۲- شیمن رام، رحیم آباد، صادق آباد، ۲۷ جون ۲۰۱۲ء۔

۲۳- کچھ عرصہ پہلے تک پیلے چاول کا رواج ان تمام برادریوں میں موجود تھا جو قیام پاکستان کے بعد راجستھان سے ہجرت کرکے آئیں مگر اب شادی کارڈ کا رواج ہے۔

۲۴- یہ ابٹن بیسن اور سرسوں کے تیل کو ملا کر تیار کیا جاتا ہے۔ راجستھانی برادریوں میں اس کا عام رواج تھا۔ اب کم ہوتا جا رہا ہے۔

۲۵- دیدا رام، پتن منارا، (رحیم یار خان) ۲۴ جون ۲۰۱۲ء۔

۲۶- بہاولپور کے سرائیکی عوام بھی اسی طرح لوہے کی چھڑی پاس رکھتے ہیں، پنجاب میں نومولود بچے کے سرہانے

لوہے کی کوئی چیز رکھ دی جاتی ہے۔

۲۶- گروسکھ دیو جی، رحیم یار خان،۲۵جون۲۰۱۲ء۔

۲۸- شادی کے بارے میں معلومات مشاہدات اور مختلف بھیل نمائندوں سے گفتگو کا حاصل ہے۔

۲۹- میوا لعل، *بحوالہ سابقہ*۔

۳۰- بعض مسلمان بھی قبروں پر پرندوں کے لیے پانی اور دانہ رکھتے ہیں۔

۳۱- گروسکھ دیو جی، *بحوالہ سابقہ*۔

۳۲- پنجاب کی سب برادریوں میں یہ رواج ہے۔

۳۳- گروسکھ دیو جی، *بحوالہ سابقہ*۔

۳۴- بھوپے دعویٰ کرتے ہیں کہ اُن کا دیوی دیوتاؤں سے رابطہ ہے، وہ غیب کی باتیں بتا سکتے ہیں، مردے کا حال اور اگلے جنم میں وہ کس شکل میں آئے گا وہ بتا سکتے ہیں۔

۳۵- رانا جی، *بحوالہ سابقہ*۔

36. Allan Stacy, *Visiting India,* B.T. London, Batsford, Hd, p. 33.

نیز دیکھئے، ماسٹر پیارے لعل، *رسوم ہند*، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۸ء،ص۲۱۔

۳۷- جنتی بی بی، *بحوالہ سابقہ*۔

۳۸- ان لوگوں سے متاثر ہونے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ یہ ذات پات کے نظام کے خلاف اور تزکیہ باطن پر زور دیتے ہیں۔دیکھئے *بھیل راجہ*، *بحوالہ سابقہ*، ص۴۸۔

۳۹- دیدا رام، *بحوالہ سابقہ*۔

40. James Tod, *op.cit.,* p.1703.

۴۱- میوا لعل، *بحوالہ سابقہ*۔

۴۲- بجو رام، *بحوالہ سابقہ*۔

۴۳- سکھ دیو جی، *بحوالہ سابقہ*۔

۴۳- *رسوم ہند*، *بحوالہ سابقہ*، ص۱۳۔

۴۵- بت پرستی اور ذات کے نظام کے خلاف چلائی گئی ان تحریکوں کی تفصیل کے لیے دیکھئے ڈاکٹر تارا چند، *تمدن ہند پر اسلامی اثرات*۔

آریا نے ذات پات کا یہ نظام متعارف کروایا۔ دیکھئے:

Baron Jean, *Diamond and Dust: India through French Eyes*, London, John Marray, London, p. 218.

۴۶- کرشن کرپا مورتی، *روحانیت اور اکیسویں صدی*، بھگتی ودانت بک ٹرسٹ،۲۰۰۵ء،ص۲۸۔

۴۷- گروسکھ دیو جی نے ان تمام معلومات کی تصدیق کی ہے۔

۴۸- *بھیل راجہ*، بحوالہ سابقہ، ص ص۴۱-۵۹۔

۴۹- احمد غزالی، *چولستان*، اسلام آباد،لوک ورثا، ۱۹۸۴ء،ص۳۲۰۔

۵۰- میوا لعل، *بحوالہ سابقہ*۔

۵۱- ایضاً۔

۵۲- سکھ دیو جی، بحوالہ سابقہ۔

۵۳- میوا رام، بحوالہ سابقہ۔

۵۴- منور بھیل، اسلام گڑھ، ۲۵جولائی ۲۰۱۲ء۔

۵۵- قاری عبدالخالق، بہاولپور، ۲۵جولائی ۲۰۱۲ء۔

۵۶- میوا لعل، بحوالہ سابقہ۔ بھیل برادری پر ایک تحقیق، بحوالہ سابقہ، ص۱۵، احمد غزالی، بحوالہ سابقہ، ص۳۲۱ بھیل راجہ، بحوالہ سابقہ، ص۴۱۔

57. M.A Sherring,*op.cit.,* p. 83.

۵۹- پریتم داس، بحوالہ سابقہ۔

59. James Tod,*op.cit.,* p. 1280., M.A Sherring,*op.cit.,* pp. 83-84.

۶۰- منور بھیل بحوالہ سابقہ۔

۶۱- چولستانی دستکاریوں کے لیے دیکھئے احمد غزالی، بحوالہ سابقہ، ص۳۱۹۔

Noor-ul-Zaman Auj,*Cholistan: Land and People,*Multan, Caravan Book Center, pp. 64-75.

۶۲- بھیل برادری پر ایک تحقیق، بحوالہ سابقہ، ص۸-۱۰۔

۶۳- ہندو مت، بحوالہ سابقہ، ص۲۴-۲۹۔

۶۴- رمیش جی، بحوالہ سابقہ۔

۶۵- حقہ پانی بند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ساری برادری اس شخص سے لین دین ملنا جلنا بند کر دیتی ہے۔ یہ ایک سماجی مقاطعہ ہے جو اس خاندان کے لیے نہایت شرمندگی اور تکلیف کا باعث ہے۔

۶۶- احمد غزالی، بحوالہ سابقہ، ص۳۲۰۔

## ادارہ ھذا کی نئی اشاعت

### کتاب کے بارے میں

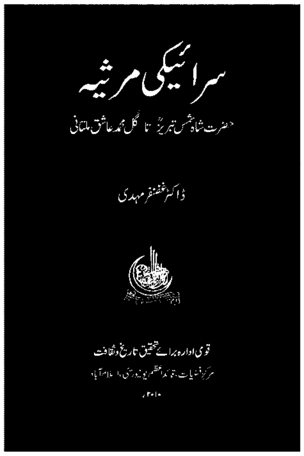


سرائیکی مرثیہ کی بنیاد پر سرائیکی زبان و ادب کی اساس قائم و دائم ہے۔اس کی وجہ سے عوام میں اپنی زبان اور ادب کا احساس موجود ہے۔زمانۂ قبل از اسلام سرائیکی مرثیہ ہندومت، بدھ مت اور جین مت کے مذاہب میں موجود تھا اور اُن مذاہب میں بھی مرثیہ گوئی اور مرثیہ نویسی کو خصوصی مقام حاصل تھا۔طلوع اسلام کے بعد جب برصغیر کے ہزاروں لاکھوں قبائل مسلمان ہوئے تو جن دو اصناف نے غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کیا اور اُنھیں عام فہم انداز میں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا اُن میں سب سے بڑا کردار قوالی اور پھر سرائیکی زبان نے ادا کیا۔قوالی پر بہت کتابیں موجود ہیں لیکن سرائیکی مرثیہ پر مستند مواد کمیاب ہے۔جناب ڈاکٹر غضنفر مہدی کی اس محققانہ کاوش میں سرائیکی زبان کی تاریخ، اُس کا دیگر پاکستانی زبانوں سے تعلق اور رابطہ بھی موجود ہے۔بلاشبہ ڈاکٹر صاحب کے اس شہ پارہ کی روشنی میں تحقیق کے بہت سے دیگر نئے ابواب کھلیں گے جس سے جنوبی ایشیاء کی قدیم ترین زبان سرائیکی کا حسن اور خدوخال زیادہ نمایاں ہوں گے۔

جب بھی سرائیکی زبان و ادب کی تاریخ لکھی جائے گی، اس کے پہلے پانچ چھ بانیوں میں ڈاکٹر غضنفر مہدی کا نام سرِ فہرست ہوگا۔ڈاکٹر صاحب کو اپنی میٹھی زبان سرائیکی اور پھر سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی یاد میں تحریر کردہ مرثیہ سے بے پناہ اُلفت ہے اور یہ محبت و چاشنی انہیں ورثہ میں ملی ہے۔آپ نے اس تصنیف میں سرائیکی زبان اور مرثیہ دونوں سے محبت کا بے پایاں ثبوت دیا ہے۔میری خواہش ہوگی کہ یہ تصنیف ڈاکٹر غضنفر مہدی کی فنِ مرثیہ پر آخری کتاب نہ ہو بلکہ اسے وہ صرف ابتدائیہ سمجھیں اور پھر اس صنف کے بحرِ ذخّار کے ہیرے جواہر اور موتیوں کو یکجا کر کے قارئین اور ناظرین کو پیش کریں۔ میں صفِ اول کی اس محققانہ کاوش پر اپنے عزیز دوست ڈاکٹر غضنفر مہدی کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔بلاشک و شبہ یہ تاریخ اور تحقیق دونوں شعبوں کی بہترین کتاب ثابت ہوگی۔

پروفیسر ڈاکٹر احمد حسن دانی

**بذریعہ ڈاک منگوانے کیلئے رابطہ کریں**

ناشر: قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت،
مرکز فضیلت، قائداعظم یونیورسٹی (نیو کیمپس) شاہدرہ روڈ، اسلام آباد
فون نمبرز: 051-2896151, 2896153-4/141
ای میل: nihcr@hotmail.com ویب سائٹ: www.nihcr.edu.pk